امداد الاصول

(تالیف)

مہربان علی بڑوتوی

قاسمی کتب خانہ دہلی

BVP- 988, 14/12/16

(5) - 909 - 4/15

۷۸٦

اصول فقہ میں مبتدی طلبہ کیلئے مختصر اور مفید رسالہ

امداد الاصول

(تالیف)

مہربان علی بڑوتوی

یکے از خدام مسیح الامت، عارف باللہ، عالم ربانی
حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب عمت فیوضہم

ناشر

قاسمی کتب خانہ دہلی

کتاب	:	امدادالاصول
تالیف	:	مہربان علی بڑوتوی
ناشر	:	قاسمی کتب خانہ، دہلی
صفحات	:	64
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

(۱) مکتبہ صداقت نوادہ، مبارکپور، اعظم گڈھ، یوپی

(۲) مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مؤناتھ بھنجن، یوپی

انتساب

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (نور اللہ مرقدہ)

کے نام

جن کے اصول و قواعد اسلامی دنیا میں
روشنی اور ہدایت کا ذریعہ بنے اور بنتے
رہیں گے۔

تقریظ

مفکرِ ملّت، جامع الکمالات، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب دامت برکاتہم، سرپرست ونگراں

مدرسہ عربیہ ہرسولی وصدر مفتی دار الافتاء جامعہ عربیہ مفتاح العلوم جلال آباد، مظفرنگر

حامدا ومصلیا امابعد:- جناب حافظ مولوی مفتی مہربان علی صاحب زید مجدہ جو مدرسہ امداد الاسلام موضع ہرسولی (ضلع مظفرنگر یوپی) میں صدر مدرس ہیں، ایک عرصۂ طویلہ سے عربی کتابوں کی خدمات تدریس پر فائز ہیں، دلچسپی کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں، طلبہ پر خاص شفقت رکھتے ہیں، ان کی استعداد اور قابلیت بنانے بڑھانے میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں، اور ترکیبیں تلاش فرماتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں متعدد امور انجام فرمائے ہیں، جو قلمی یادداشتوں کی صورت میں محفوظ ہیں۔

اسی سلسلہ میں علمِ اصولِ فقہ کو طلبہ کے لئے آسانئ فہم کی خاطر مضامین ومصطلحات کو آسان اردو میں لکھا تاکہ اس فن کی پہلی کتاب

جو عربی میں پڑھائی جائے، اس کے ساتھ ساتھ یہ رسالہ بھی پڑھا دیا جائے، چنانچہ خود پڑھا کر اس کا تجربہ کیا تو طلبہ جو عموماً عبارت کے فہم اور ترجمہ مطلب کے تفہّم (سمجھنے) میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور فن کے مسائل و مضامین سے مناسبت پیدا کرنے میں قاصر و عاجز رہ جاتے ہیں، اس رسالہ کی مدد سے بہت فائدہ محسوس کیا۔

اب عام افادہ کی غرض سے اس کو طبع کرا رہے ہیں، دعا ہے کہ یہ رسالہ مقبول ہو، اور اس کا نفع عام و تام ہو، آمین

فقط

بندہ نصیر احمد غفرلہٗ ادریس پوری

خادم الافتاء والتدریس بمدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد

۲۴ $\frac{1}{۴۰۶}$ ھ

عرضِ مؤلّف

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم - امّا بعد

احقر ایک عرصہ سے مدرسہ عربیہ امداد الاسلام ہرسولی میں تعلیمی خدمت پر مامور ہے۔ چند مرتبہ اصول الشاشی پڑھانے کے بعد یہ خیال بار بار آتا رہا کہ اس زمانہ میں عزیز طلبہ فنِ اصولِ فقہ میں مناسبت حاصل نہیں کر پاتے، دیگر فنون منطق، فلسفہ، ادب، نحو، صرف وغیرہ ہیں بحمدہٖ تعالیٰ ایسے کئی رسالے اردو زبان میں موجود ہیں جن کی مدد سے ہر فن کے اندر مبتدی طلبہ کو کافی سہولت اور آسانی ہوتی ہے، اس لئے اگر اصولِ فقہ میں بھی اردو زبان کے اندر مختصر سا رسالہ لکھ دیا جائے تو مبتدی طلبہ کی سہولت کا سامان مہیّا ہو جائے۔

پھر یہ خیال آیا کہ مستقل رسالہ ترتیب دینے سے اتنا فائدہ نہ ہو سکے گا جتنا کہ اصول الشاشی کی تسہیل و تلخیص کر دینا مفید رہے گا، احقر نے اپنے مشفق استادِ محترم حضرت مفتی نصیر احمد صاحب (اداما اللہ فیوضہم) سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو حضرت نے اپنی قدیم شفقتوں کی طرح تائید

وتصویب اور بخیر اتمام کی دعا سے نوازا۔

احقر کا یہ کام بہت تھوڑے سے وقت میں پورا ہوگیا۔ ابھی طباعت کا کوئی خیال نہیں تھا بس حضرت الاستاذ کے مشورے کے مطابق احقر کئی سال تک مسودہ کی کاپی کے ذریعہ مدرسہ کے طلبہ کو اصول الشاشی کے ساتھ پڑھاتا رہا۔

بعض احباب کو جب اس کاپی کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے اپنے مدرسہ کیلئے کاپی کی نقل کرائی، اور طباعت کا اصرار شروع کردیا، چنانچہ ایک نظر کے بعد شائع کردیا گیا، بحمد اللہ تعالیٰ توقع سے کہیں زیادہ قبولیت حاصل ہوئی اور بہت سے ذمہ دارانِ مدارس نے اپنے اپنے مدرسہ میں اصول الشاشی کے ساتھ نصاب میں داخل فرماکر خطوط کے ذریعہ احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی اور بہت جلد اس کے تمام نسخے ختم ہوگئے۔

مجھے ہمہ وقت اپنی کم علمی کا اعتراف ہے اس لئے اصحابِ فن حضرات سے خامیوں پر مطلع فرمانے کی اور مستفید ہونے والے احباب سے دعائے خیر کی درخواست ہے۔

والسّلام

احقر مہربان علی بڑدتوی

خادم تعلیمات۔ مدرسہ عربیہ امداد الاسلام ہرسولی ضلع مظفر نگر

۲۵/ ۴/ ۱۴۰۷ھ

فہرست مضامین

مُقدّمہ

اصولِ فقہ کی تعریف اصولِ فقہ ان قواعد کا علم ہے جن سے مکلّف بندوں کے افعال کے متعلق احکامِ شرعیہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کی قدرت پیدا ہو جائے۔

اصولِ فقہ کا موضوع ادلّہ اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس اور احکامِ شرعیہ، اصولِ فقہ کا موضوع ہے۔

اصولِ فقہ کی غرض احکامِ شرعیہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا اور استنباطِ مسائل کے قواعد کو معلوم کرنا اصولِ فقہ کی غرض ہے۔

باب اوّل

کتاب اللہ کے اصول

****

سبق ۱ ـــــ خاص اور عام

خاص کی تعریف خاص ایسا لفظ ہے جو معنیٰ معلوم یا مسمّٰی معلوم کے لئے بطورِ انفراد وضع کیا گیا ہو جیسے زید، عمرو۔

خاص کی تقسیم خاص کی تین قسمیں ہیں، خصوص الفرد (یا خصوص العین) جیسے زید خصوص النوع[۱] جیسے مرد، عورت۔ خصوص الجنس[۲] جیسے انسان، حیوان۔

---

[۱] نوع سے مراد فقہاء کی اصطلاح میں وہ کلی ہے جو کثیر چیزوں پر صادق آئے اور اغراض سب کے متفق ہوں، جیسے، مرد، عورت۔ [۲] جنس فقہاء کے نزدیک وہ کلی ہے جو ایسے کثیر افراد پر صادق آئے، جن کے اغراض مختلف ہوں جیسے انسان۔

خاص کا حکم خاص پر عمل کرنا بلاشبہ ضروری ہے، اگر خاص کے مقابل خبرِ واحد یا قیاس آجائے اور تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو تو خبرِ واحد اور قیاس کو ترک کر دیا جائے اور خاص کو ترجیح دی جائے۔

عام کی تعریف عام ایسا لفظ ہے جو ایک ہی وقت میں بہت سے افراد کو شامل ہو، یہ شمول خواہ لفظی ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ، خواہ معنوی ہو جیسے مَنْ[1] وَ مَا

عام کی اقسام عام کی دو قسمیں ہیں (۱) عام مخصوص منہ البعض، وہ عام ہے جس میں کم از کم ایک مرتبہ تخصیص ثابت ہو جائے جیسے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (۲) عام غیر مخصوص منہ البعض وہ عام ہے جس کے حکم میں کوئی تخصیص ثابت نہ ہو جیسے وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ۔

عام کا حکم عام غیر مخصوص منہ البعض قطعیت اور عمل کے معاملہ میں خاص کے مانند ہوتا ہے اور عام مخصوص منہ البعض پر بھی عمل کرنا تخصیص کے بعد باقی افراد میں ضروری ہوتا ہے، اور تخصیص

---

[1] لفظِ مَنْ ذوی العقول کے لئے اور لفظِ مَا غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی مجازاً دونوں کا عکس بھی ہوتا ہے۔ ف :- اسماء عدد خاص ہیں، عام نہیں چونکہ کثرت پر صادق آنے کے باوجود محدود ہوتے ہیں۔

کے بعد بھی باقی افراد میں مزید تخصیص کا احتمال رہتا ہے

سبق ۷ مطلق اور مقیّد

مطلق کی تعریف مطلق وہ ہے جو بلا لحاظِ اوصاف ذات پر دلالت کرے جیسے زید۔

مقیّد کی تعریف مقیّد وہ ہے جو ذات پر مع صفات دلالت کرے جیسے زید العالم۔

مطلق و مقیّد کا حکم مطلق پر جب بلا کسی قید کے عمل کرنا ممکن ہو تو خبرِ واحد[1] اور قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں، اسی طرح مقیّد کی قید کو حذف کر دینا بھی جائز نہیں جیسے فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ الخ کہ خبرِ واحد کے ذریعہ نیت وغیرہ کی قید جائز نہیں۔

---

[1] اس کا مطلب یہ نہیں کہ خبر واحد کو بالکل ترک کردیا جائے۔ نہیں، بلکہ خبر واحد سے ایسے موقع پر دوسرے نمبر کے احکام ثابت ہوں گے، یعنی مطلقِ کتاب سے قطعیّت و فرضیّت ثابت ہوگی تو خبر واحد اور قیاس سے وجوبیّت و لازمیّت وغیرہ ثابت ہوجائیگی، مطلب یہ کہ خبر واحد اور قیاس پر اس طرح عمل کیا جائے کہ کتاب اللہ کے اطلاق پر کوئی فرق نہ آنے پائے۔

سبق — مشترک و مأوّل ومفسّر

مشترک کی تعریف مشترک وہ ہے جو دو یا دو سے زائد چند ایسے معانی کے لئے وضع کیا گیا ہو جن کی حقیقت الگ الگ ہو جیسے لفظ جَارِیَۃٌ باندی اور کشتی کے معنی کیلئے آتا ہے۔

مشترک کا حکم چند معانی میں سے ایک معنی متعین کر لئے جائیں تو باقی معنی کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، جیسے مثالِ مذکور میں باندی کے معنی متعین ہو جائیں تو کشتی کے معنی کا اعتبار ختم ہو جائیگا[1]

مأوّل کی تعریف مشترک کے جب ایک معنی غالب رائے سے راجح اور متعین ہو جائیں تو اس کو مأوّل کہتے ہیں جیسے قُرُوْءٌ (حیض وطہر دونوں کیلئے ہے) کہ امام ابو حنیفہؒ نے غور و تأمل کے بعد حیض کے معنی متعین فرمائے

مأوّل کا حکم مأوّل پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہوتا ہے مگر ساتھ ہی غلطی اور خطار کا احتمال بھی باقی رہتا ہے[2]

---

[1] اگر ایک ہی وقت میں مشترک سے متعدد معنی مراد ہوں تو عمومِ مشترک کہتے ہیں صحیح قول کے مطابق مشترک میں عموم نہیں ہے۔ [2] اسی لئے مأوّل اور مشترک سے علم قطعی ثابت نہیں ہوتا ظنی ہی رہتا ہے

(تنبیہ) عام اور مشترک دونوں الگ الگ ہیں ایک سمجھنا غلطی ہے، عام ایک ہی وضع کے اعتبار سے تمام معانی پر صادق آتا ہے اور مشترک بطریقِ بدلیت تمام معانی پر صادق آتا ہے۔

مفسّر کی تعریف اگر مشترک کے بعض وجوہ کو متکلّم کے بیان سے ہی ترجیح دیدی جائے تو اس کو مفسّر کہتے ہیں، جیسے کوئی کہے کہ میرے ذمّہ فلاں کے دس روپے ہیں ہندوستانی (جب کہ اس جگہ دوسرے ملک کا سکّہ بھی چلتا ہو) اس مثال میں لفظ ہندوستانی تفسیر ہے۔

مفسّر کا حکم عمل کرنا مفسّر کے مطابق واجب اور ضروری ہے بلکہ عمل مفسّر میں مشترک اور مأوّل سے مقدّم ہے

سبق ۔ حقیقت اور مجاز

****

حقیقت کی تعریف واضعِ لغت جب کسی لفظ کو کسی معنیٰ کے واسطے وضع کر دے، اس طرح کہ جب کبھی وہ لفظ بولا جائے تو اس کے وہی موضوع لہٗ معنی بغیر کسی قرینہ کے سمجھ میں آجائیں، حقیقت کہلاتا ہے جیسے انسان بول کر ذاتِ انسان مراد لیں۔

مجاز کی تعریف اگر کوئی لفظ غیر موضوع لہٗ معنی میں استعمال کیا جائے تو مجاز کہلاتا ہے، جیسے انسان بول کر

(فائدہ) معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی ایک لفظ سے ایک ہی حالت میں مراد نہیں لئے جاسکتے

ہنسنے والا یا لکھنے والا مراد لیں۔

حقیقت کی تقسیم

حقیقت کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقتِ کاملہ۔ حقیقتِ قاصرہ

اگر لفظ اپنے معنیٰ موضوع لہٗ کے ہر ہر جز پر دلالت کرے تو حقیقتِ کاملہ ہے اور اگر بعض اجزاء پر دلالت کرے بعض پر نہیں تو قاصرہ ہے۔

حقیقت کی وضعِ اصطلاحی

وضعِ اصطلاح کے اعتبار سے حقیقت کی تین قسمیں ہیں

(۱) اصطلاحِ لغت (۲) اصطلاحِ شرع (۳) اصطلاحِ عرف۔

دوسرے الفاظ میں (۱) حقیقتِ لغوی (۲) حقیقتِ شرعی (۳) حقیقتِ اصطلاحی[۱]۔ (نوٹ) مجاز کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں

---

[۱] تفصیل ان کی بڑی کتابوں میں آئے گی

(فائدہ[۱]) حقیقت نمبر ایک اور نمبر دو کے مقابلہ میں باتفاقِ ائمہ ثلاثہ مجاز کو ترجیح دی جائے گی نمبر تین میں اختلاف ہے، امام اعظمؒ حقیقت اور صاحبینؒ مجاز متعارف کی ترجیح کے قائل ہیں۔ (فائدہ[۲]) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مجاز تلفظ میں حقیقت کا خلف ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف حکم میں قائم مقام ہے۔

حقیقت کی دوسری تقسیم

حقیقت کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقتِ متعذّرہ (۲) حقیقتِ مہجورہ (۳) حقیقتِ مستعملہ۔

حقیقتِ متعذّرہ جس کا سمجھنا نہایت مشکل ہو، بڑی محنت و مشقّت سے سمجھ میں آئے، جیسے قسم کھائی کہ اس درخت سے یا اس ہانڈی سے نہیں کھاؤں گا تو مراد درخت سے پھل اور ہانڈی سے اس کا پکا ہوا کھانا ہوگا۔

حقیقتِ مہجورہ جس کا سمجھنا تو آسان ہو مگر لوگوں نے اس کے استعمال کو چھوڑ دیا ہو، جیسے کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو مراد اس سے داخل ہونا لیا جاتا ہے نہ کہ محض قدم رکھنا۔

حقیقتِ مستعملہ جس کا سمجھنا بھی آسان ہو اور لوگوں کے درمیان استعمال بھی کی جاتی ہو، جیسے قسم کھائی کہ اس گیہوں سے نہیں کھاؤں گا، تو یہ اپنی حقیقت پر محمول ہو کر مراد اسی گیہوں کا کھانا ہوگا۔

سبق ۔ استعارہ

استعارہ کی تعریف و تقسیم

دو چیزوں کے درمیان معنوی اتّصال اور معنوی تعلّق کا نام استعارہ ہے ،

استعارہ کے دو طریق ہیں (۱) علّت اور حکم کے درمیان اتصال ہو (۲) سببِ محض اور حکم کے درمیان اتّصال ہو ۔

پہلی صورت میں طرفین سے استعارہ درست ہے، جیسے مِلک بول کر شِراء اور شراء سے مِلک مرادلیں تو یہ درست ہے۔ اور دوسری صورت میں صرف ایک جانب سے استعارہ ہوسکتاہے ۔یعنی یہ کہ اصل ذکر کریں اور اس سے فرع مرادلیں، اس کا عکس درست نہیں جیسے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ میں نے تجھے آزاد کی اور مراد طلاق لی تو یہ درست ہے، اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اور آزادی کی نیت کی تو یہ درست نہیں ۔

(ف) علمار اصول کے نزدیک استعارہ اور مجاز دونوں مترادف ہیں، علمآر بیان کے نزدیک دونوں میں فرق ہے ۔

سبق ۶ صریح اور کنایہ

صریح کی تعریف صریح وہ لفظ ہے جس کے معنی و مراد بالکل ظاہر ہوں، ایسے ظاہر کہ لفظ منھ سے نکلتے ہی معنیٰ سمجھ میں آجائیں جیسے کہا کہ میں نے فلاں چیز خریدی۔

صریح کا حکم صریح الفاظ کا حکم یہ ہے کہ اس میں نیّت کی ضرورت نہیں، بلانیّت ہی الفاظ اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں

کنایہ کی تعریف کنایہ وہ لفظ ہے جس کے معنیٰ و مراد صریح کی طرح ظاہر نہ ہوں بلکہ اس میں پوشیدگی اور ابہام ہو، معنی سمجھنے اور متعین کرنے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت واقع ہو، جیسے شوہر اپنی بیوی سے کہے تو یہاں سے نکل جا، جہاں چاہے چلی جا وغیرہ۔

ف ۱ :- صریح، حقیقت اور مجاز دونوں میں جاری ہوتا ہے

ف ۲ :- کنایہ بھی حقیقت اور مجاز دونوں میں جاری ہوتا ہے

ف ۳ :- حقیقتِ مہجورہ اور مجازِ غیر متعارف کنایہ کے حکم میں ہوتے ہیں

سبق متقابلات

ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم۔ ان کے مقابل بھی چار ہیں۔
خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ۔

ظاہر کی تعریف ظاہر ایسے کلام کو کہتے ہیں جس کی مراد بالکل صاف اور کھلی ہو، سننے والا محض سننے سے بلا تامل سمجھ لے۔

نص کی تعریف نص میں کلام کی مراد کے ظہور کے ساتھ اس کلام کے لانے کی وجہ بھی پائی جاتی ہے جیسے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یہ بیع کے حلال اور ربٰوا کے حرام ہونے میں ظاہر ہے اور بیع و ربٰوا میں فرق بیان کرنے کے اعتبار سے نص ہے۔

مفسّر کی تعریف مفسّر وہ ہے جس کی مراد خود متکلم کے بیان سے اتنی ظاہر ہو کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ میں تخصیص و تفریق کا احتمال لفظ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ سے ختم ہو گیا۔[1]

(لہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم کی تعریف محکم وہ ہے جو قوّت اور ظہورِ مراد میں مفسّر سے بھی زیادہ ہو کر اس کے خلاف قطعاً جائز نہ ہو جیسے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

مفسّر اور محکم کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں پر عمل کرنا بلا کسی احتمالِ غیر کے ضروری ہوتا ہے۔

خفی کی تعریف خفی وہ کلام ہے جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہو، نہ کہ صیغہ کے اعتبار سے جیسے اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا کہ کفن چور کے حق میں خفی ہے۔

خفی کا حکم یہ ہے کہ کلام کے ازالہ کی تفتیش و تحقیق میں لگے تاکہ کلام کا خفاء زائل ہو کر عمل ممکن ہو۔

مشکل کی تعریف مشکل وہ کلام ہے جس کی مراد میں خفا و پوشیدگی خفی سے زیادہ ہو، گویا اس میں دوہرا خفا ہوتا ہے جیسے نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ کہ لفظ اَنّٰی مشکل ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لے اس سے پہلے مفسّر کی تعریف اور حکم ضمناً آیا ہے۔ (فلا تکرار ولا اشکال)

(ھدایت) اگر کسی جگہ ظاہر و نص جمع ہوں تو ترجیح نص کو دی جائے اسی طرح نص اور مفسّر میں مفسّر کو ترجیح دی جائے۔

مشکل کا حکم یہ ہے کہ شارع کی جانب سے کلام سنتے ہی اس کی حقانیت کا یقین کرے پھر جستجو اور غور وفکر کے ذریعہ سمجھنے میں لگے

مجمل کی تعریف مجمل مشکل سے بھی زیادہ خفی ہوتا ہے، متکلم ہی اپنے کلام کی مراد بیان کردے تو کلام کی مُراد سمجھی جاسکتی ہے، ورنہ محض تأمل وتفتیش سے مراد حاصل نہیں ہوسکتی جیسے حَرَّمَ الرِّبٰوا کا مفہوم مجمل ہے جس کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

مجمل کا حکم متکلم کی طرف سے مراد کے بیان کا انتظار کرے، اگر استفسار ممکن ہو تو استفسار کرے اسکے بعد حکم لگائے

متشابہ کی تعریف متشابہ وہ کلام ہے جو اپنی مراد کی پوشیدگی اور ابہام میں مجمل سے بھی زیادہ ہو جیسے حروف مقطعات۔

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ کلام کی مراد کی حقانیت کا اعتقاد رکھے، معنیٰ ومطلب کے پیچھے نہ پڑے۔

(تنبیہ) مجمل اور متشابہ میں فرق یہ ہے کہ مجمل کی مراد کے بیان کی متکلم کی جانب سے امید ہوتی ہے اور متشابہ میں کوئی امید نہیں رہتی۔

سبق

بعض وہ مقامات جہاں الفاظ کی حقیقت ترک کی جاتی ہے

(۱) دلالتِ عرف (۲) دلالتِ کلام (۳) سیاقِ کلام (۴) دلالت منجانب متکلم (۵) دلالت محلِّ کلام

(۱) دلالتِ عرف کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں لفظ کے حقیقی معنیٰ متروک ہوکر دوسرے معنیٰ معروف ومشہور ہوگئے ہوں، جیسے کسی نے قسم کھائی کہ میں انڈا نہیں کھاؤں گا تو دلالتِ عرف کی بنا پر مراد اس سے مرغی یا بطخ کا انڈا ہوگا۔

(۲) دلالتِ کلام کا مطلب یہ ہے کہ متکلّم اپنے کلام میں کوئی مشکل لفظ استعمال کرے کہ ایک فرد میں قوت ہو اور دوسرے فرد میں ضعف تو قوی معنیٰ مراد لیئے جائیں اور ضعیف متروک کردیئے جائیں جیسے لفظ سفید برف اور ہاتھی دانت دونوں پر استعمال ہوتا ہے مگر برف میں زیادہ اور ہاتھی دانت میں کم۔

(۳) سیاقِ کلام، یعنی کلام کے طرز سے معلوم ہوجائے کہ یہاں کلام میں حقیقی معنی مراد نہیں، جیسے کسی اجازت چاہنے والے سے کہا کہ جا اگر طاقت رکھتا ہے، تو یہ اجازت نہ ہوگی۔

(۴) دلالت منجانب متکلم، یعنی متکلم کے منشاء اور ارادے کا لحاظ کرکے معنی حقیقی ترک کر دیئے جائیں جیسے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ کفر کے قبیح ہونے کی وجہ سے کفر کا حکم اپنی حقیقت پر نہ رہے گا

(۵) دلالت محلِّ کلام۔ یعنی کلام کا محل لفظ کی حقیقت قبول نہ کرے جیسے آزاد عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے خود کو آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ فروخت کرنا اپنی حقیقت پر نہ رہے گا، چوں کہ آزاد عورت فروختگی کا محل نہیں۔

سبق ۹ متعلّقاتِ نص

(۱) عبارت النّص (۲) اشارۃ النّص (۳) دلالۃ النّص (۴) اقتضاء النّص

عبارت النّص جس غرض کے لئے بالقصد کلام لایا جائے اس کو عبارت النّص کہتے ہیں۔

اشارۃ النّص جو نظمِ قرآن سے بلا کسی قیدِ زائد کے ثابت ہو نیز بہمہ جہت اس کلام میں ظہور نہ ہو اور نہ ہی کلام اس کے لئے لایا گیا ہو جیسے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ استیلاء کے ذریعہ مسلمان کا مال کافر کی ملک

میں آجاتا ہے، یہ بات اشارۃ النّص سے معلوم ہوئی، اور چونکہ اس آیت میں فقراء کو غنیمت کے مستحق بیان کئے گئے ہیں، اسلئے یہی عبارۃ النص کی مثال بھی ہے

دلالت النّص جو حکمِ علّت ماہرِ لغت کو بلا کسی اجتہاد و بلا استنباط کے معلوم ہو جائے وہ دلالت النّص کہلاتا ہے جیسے "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا" کہ اُفّ کہنے کی ممانعت کی علّت دفعِ ایذاء ہے۔ اس لئے جس قول و فعل سے بھی والدین کو تکلیف ہوگی وہی حرام ہوگا۔

اقتضاء النّص جس میں نص پر زیادتی ہو اور نص کے معنٰی اس زیادتی کے بغیر درست نہ ہوتے ہوں، گویا نص ہی اپنے معنٰی کی ادائیگی میں اس زیادتی کا مقتضی ہو جیسے کسی نے غلام کے مالک سے کہا تم اپنے غلام کو میری جانب سے ایک ہزار روپے کے بدلہ آزاد کردو، آقا نے کہا کہ میں نے کردیا تو بیع اقتضاءِ کلام سے ثابت ہو جائے گی۔

(ف[۱]) دلالت النص احکام کے اثبات میں نص ہی کے مانند ہے

(ف[۲]) اقتضاء النص ضرورت کے وقت ثابت ہوتا ہے، اس لئے بقدر ضرورت ہی مقدر مانا جاتا ہے، یعنی اقتضاء النص کے حکم میں عموم نہیں۔

سبق ۱ — امر

امر کے معنی لغت میں دوسرے کو کسی کام کا حکم دینے کے ہیں، اور شریعت میں کسی فعل کو لازم کر دینے کے معنی آتے ہیں۔

سبق ۲ — امر مطلق

امر مطلق سے مراد وہ امر ہے جو وجوب، ندب وغیرہ کے قرینہ سے خالی ہو چونکہ امر انیس ۱۹ معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) ایجاب (۲) اباحت (۳) ندب (۴) تہدید (۵) اعجاز (۶) تادیب (۷) ارشاد (۸) تسخیر (۹) امتنان (۱۰) اکرام (۱۱) اہانت (۱۲) تسویہ (۱۳) دعار (۱۴) ترجّی (۱۵) تمنّی (۱۶) تحقیر (۱۷) ایجاد (۱۸) تصییر۔ (۱۹) تخویف۔ پس جب امر ان میں سے کسی ایک کی تعیین کے قرینہ سے خالی ہوگا تو صحیح قول کے مطابق امر وجوب کے لئے ہوگا

(ف) امر سے خاص وزن اِفْعَل ہی مراد نہیں بلکہ جس لفظ سے بھی متکلم خود کو عالی تصوّر کر کے حکم کرے امر کہلائیگا۔

سبق ۱۲ امر بالفعل

کسی کام کا امر اس کے تکرار کا مقتضی[1] نہیں، مامور بہ کے ایک مرتبہ بجالانے سے حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے

سبق ۱۳ مامور بہ

جس چیز کا حکم کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مطلق عن الوقت (۲) مقید بالوقت

مطلق مطلق[2] عن الوقت کا حکم یہ ہے کہ مامور بہ عمر میں کبھی بھی ادا کرے ادا ہی ہوگا شرط یہ ہے کہ زندگی میں فوت نہ ہو جیسے حج اور زکوۃ۔

موقت مقید بالوقت کی دو قسمیں ہیں (۱) وقت فعل کے لئے ظرف ہو جیسے نماز، (۲) فعل کیلئے وقت معیار ہو جیسے روزہ

---

[1] عبادات میں نماز وغیرہ کا تکرار اسباب کے مکرر ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ امر کی بنا پر۔

[2] مامور مطلق کا بھی فی الفور بجالانا مستحب ہے تاکہ فوت ہونے کا احتمال بھی باقی نہ رہے۔

نمبر ایک کا حکم یہ ہے کہ مامور بہ دوسرے فعل کے وجوب کے منافی نہیں ہوتا، اس وقت میں اسی جنس کی دوسری عبادت بھی کی جاسکتی ہے

نمبر دو کا حکم یہ ہے کہ جب شریعت نے کسی عبادت کا بطور معیار وقت متعین کر دیا تو اسی جنس کی دوسری عبادت اس وقت میں ادا نہیں کی جاسکتی۔

سبق ۱۴، امر بالشئ

کسی چیز کے کرنے کا حکم دینا اس شئ (مامور بہ) کے حسن کو بتلاتا ہے جب کہ حکم دینے والا حکیم ہو۔

مامور بہ حسن کے اعتبار سے دو قسم پر ہے (۱) حسن بنفسہ جیسے ایمان، صدق، عدل وغیرہ (۲) حسن بغیرہ جیسے جمعہ کے لئے سعی کرنا، اور نماز کے لئے وضو۔

نمبر ایک کا حکم یہ ہے کہ ادا کرنے یا آمر کے ساقط کردینے سے مامور بہ ذمہ سے ساقط ہوتا ہے۔ اور نمبر دو واسطہ کے ختم ہوجانے سے ساقط ہوجاتا ہے۔

سبق ۱۵ - واجب بحکم الامر

مامور بہ کو بجالانا دو طرح سے ہوتا ہے (۱) ادار (۲) قضار۔
ادار نام ہے عینِ واجب کا مستحق کے سپرد کردینے کا، اور قضار کہتے ہیں مثلِ واجب کے مستحق کے حوالہ کرنے کو۔

ادار کی تقسیم

ادار کی دو قسمیں ہیں (۱) کامل (۲) قاصر۔
مامور بہ کو جب تمام صفاتِ شرعیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کیا جائے تو وہ ادار کامل ہے جیسے نماز کا باجماعت وقتِ مفروض میں ادار کرنا۔ اور اگر تمام صفاتِ شرعیہ کا لحاظ رکھ کر ادا نہ کیا جائے تو ادائے قاصر ہے جیسے نماز بلا تعدیلِ ارکان پڑھنا، اور مسبوق کی نماز، ادار کامل کا حکم یہ ہے کہ ادار کرنے سے ادار کرنے والا ذمہ داری سے نکل جاتا ہے، اور ادار قاصر کا حکم یہ ہے کہ اگر نقصان کی تلافی ممکن ہو تو پوری کردی جائے ورنہ تلافی بھی ساقط ہو جاتی ہے، البتہ گناہ باقی رہتا ہے۔

قضا

قضا کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) کامل (۲) قاصر۔
قضار کامل یہ کہ صورۃً ومعنیً مثل واجب ادا کرے جیسے کسی

کا ایک کلو گیہوں چھینا اور انھیں کھالیا، پھر اسی قسم کے دوسرے ایک کلو گیہوں خرید کر غاصب نے واپس کر دیے۔

اور قضار قاصر یہ ہے کہ صورۃً مثل نہ ہو معنیً مثل ہو اس کو ادا کرے جیسے کسی کی مرغی غصب کر کے کھالی پھر اسکی قیمت ادا کر دی

سبق[16] نہی

نہی کے معنی رد کنے اور منع کرنے کے ہیں، متکلّم جب خود کو عالی سمجھ کر دوسرے سے کسی کام کے رک جانیکی طلب کرے اسے نہی کہتے ہیں، نہی کا صیغہ نو معنیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱) تحریم کے لئے (۲) کراہت کے لئے (۳) دعا کے لئے (۴) ارشاد کے لئے (۵) تحقیر کے لئے (۶) بیانِ عاقبت کے لئے (۷) ناامیدی کے لئے (۸) تسویہ کے لئے (۹) زجر و تنبیہ کے لئے۔ نہی اصل تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے اس میں علمار کا اختلاف ہے۔

(ف[1]) اگر نہ صورۃً مثل ہو نہ معنیً تو ایسی جگہ ضمان ساقط ہو جاتا ہے جیسے اتلافِ منافع

(ف[2]) گر کسی چیز کے لئے کسی شئ کو شریعت نے مثل مقرر کر دیا تو وہ شئ مثلِ شرعی بن جاتا ہے جیسے شیخ فانی کے حق میں روزہ کے بدلہ فدیہ۔

نہی کی دو قسمیں ہیں

(۱) نہی عن الافعال الحسیۃ جیسے زنا، جھوٹ ظلم وغیرہ (۲) نہی عن تصرفات الشرعیۃ جیسے اوقاتِ مکروہہ میں نماز کی ممانعت وغیرہ

پہلی قسم (یعنی قبیح لعینہٖ) کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ کا عین اپنی ذات میں قبیح ہوتا ہے، اس لئے یہ کبھی حلال اور جائز نہیں ہوتا، اور دوسری قسم (یعنی قبیح لغیرہٖ) میں چونکہ قباحت غیر کی جانب سے آتی ہے وہ اپنی ذات میں حسن ہوتا ہے اس لئے غیر کی قباحت ختم ہو جانے سے وہ مشروع (جائز) ہو سکتا ہے۔

پھر قبیح لغیرہ کی بھی دو قسمیں ہیں

(۱) قبیح وصفی (۲) قبیح مجاور قبیحِ وصفی کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ (جس چیز سے روکا گیا ہے) میں قباحت پیدا ہوتی ہے وہ منہی عنہ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا وصف ہو کبھی اس سے زائل نہ ہو جیسے یوم عیدین کا روزہ۔

قبیحِ مجاور سے مراد یہ ہے کہ وہ غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ میں قباحت آتی ہے وہ کبھی منہی عنہ کے ساتھ رہے اور کبھی اس سے جدا ہو جائے جیسے

(ف[۱]) قبیح وصفی کا حکم حرمت میں قبیح لعینہٖ کے مانند ہے البتہ قبیح مجاور کا حکم قبیح لعینہٖ کا سا نہیں۔

(ف[۲]) نہی عموم و دوام کو چاہتی ہے اس معاملہ میں نہی امر سے مختلف ہے۔

اذانِ جمعہ کے بعد بیع وشراء۔

سبق ۱۷، نصوص کی مراد پہچاننا

نصوص کی مراد سمجھنے کے دو طریقے ہیں (۱) صحیح (۲) غلط
صحیح مراد سمجھنے کے بھی مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً (۱) جب کوئی لفظ ایک معنیٰ کے لئے حقیقت اور دوسرے معنیٰ کے لئے مجاز ہو تو اس لفظ کا حقیقت پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے جیسے وہ لڑکی جو زنا کاری سے پیدا ہو زانی کے لئے حقیقۃً لڑکی ہونے کے سبب حرام ہے گو مجازاً اس لڑکی کی نسبت زانیہ کے شوہر کی طرف ہو (۲) جب کسی لفظ کے دو محمل (معنیٰ) ہوں اور ایک پر محمول کرنے سے تخصیص لازم آئے اور دوسرے پر محمول کرنے سے عمومیت باقی رہے تو محلِ عموم پر محمول کرنا زیادہ لائق ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ میں ملامست سے مراد اگر مس بالید لیں تو اس میں تخصیص ہے اور اگر ملامست سے مجامعت مراد لیں تو اس میں عموم ہے لہٰذا ملامست سے مراد جماع ہی لینا مناسب ہے (۳) نص جبکہ دو قراءتوں سے تلاوت کیا جاتا ہو یا دو روایتوں سے (کوئی حدیث) مروی ہو تو اس

نص پر اس طرح عمل کیا جائے کہ دونوں صورتوں پر منطبق ہو سکے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَارْجُلَکُمْ لام کے فتح وکسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تو فتح کی قرأت سے پیروں کے دھونے کی فرضیت (جبکہ موزے نہ ہوں) ثابت ہوگی اور کسرہ والی قرأت سے پیروں پر مسح کی اجازت (جب کہ موزے پہنے ہوئے ہو) ثابت ہو جائیگی۔

نصوص کی مراد پہچاننے کا غلط طریقہ

مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قے ہوئی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا، اس سے یہ استدلال کرنا کہ قے غیر ناقض وضو ہے، یہ طریقہ استدلال غلط ہے۔ چونکہ اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کے بعد وضو نہیں فرمایا، مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس قے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں نماز وغیرہ بھی ادا فرمائی

سبق ۱۸ حروفِ معانی

حروفِ معانی کو حروفِ اصطلاحی بھی کہتے ہیں

حروفِ معانی گیارہ ہیں

(۱) واوَ۔ یہ اپنے ما قبل اور مابعد کو

جمع کرنے کے لئے آتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے۔ جیسے یوں کہا کہ میرے پاس زید اور عمر اور خالد آئے تو مراد ان سب کے آنے کو بیان کرنا ہے نہ کہ تقدیمِ زید اور تاخیرِ خالد کو بتلانا۔

اور کبھی واؤ حال کے لئے آتا ہے اور اس صورت میں حال ذوالحال میں جمعیت پیدا کرتا ہے اور معنیً شرط کا فائدہ دیتا ہے، مثلاً کسی نے اپنے غلام سے یوں کہا کہ مجھے ایک ہزار روپے ادا کردے اور تو آزاد ہے تو آزادی کے لئے ایک ہزار کی ادائیگی شرط بن جائے گی

(۲) فاء۔ حرفِ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ فاء کے ذریعہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان نسبت کو ظاہر کیا جاتا ہے نیز یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ دونوں میں کوئی تاخیر و مہلت نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ فاء شرطوں کی جزاء میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے چونکہ جزا شرط کے فوراً بعد واقع ہوتی ہے، اور کبھی فاء بیانِ علت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

بیانِ علت کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ کہ فاء علت پر داخل ہو تاکہ معلوم ہو جائے کہ فاء کا مابعد علت ہے ماقبل کی (۲) یہ کہ فاء داخل ہو حکم یعنی معلول پر۔

(۳) ثُمَّ۔ لفظِ ثمّ تراخی کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی ثمّ معطوف علیہ

اور معطوف کے درمیان آتا ہے، اور جمعیت مع ترتیب وتاخیر کا فائدہ دیتا ہے، لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ تراخی تکلم میں ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ تاخیر محض حکم میں ہوتی ہے

(۴) بَلْ - لفظ بل غلط بات کے تدارک کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی کلامِ ثانی کو کلام اوّل کی جگہ رکھ دیتے ہیں، جس سے کبھی کلامِ اول کا ابطال مقصود ہوتا ہے اور کبھی کلامِ اول کی غرض کا ابطال ہو کر غرضِ ثانی کی طرف انتقال ہوتا ہے۔

(۵) لٰکِنَّ - لکنّ جب نفی والے جملہ میں آئے تو استدراک کا فائدہ دیتا ہے، استدراک کہتے ہیں سابق کلام کے دفعِ توہّم کو لکنّ کے ذریعہ عطف کرنے کی شرط یہ ہے کہ ماقبل اور مابعد کے کلام میں ربط ہو ورنہ لکنّ مستانفہ ہو جائیگا، نیز استدراک کیلئے بھی نہ رہے گا۔

(۶) اَوْ - لفظ اَوْ دو کلموں کے بیچ میں واقع ہوتا ہے اور دو کلموں میں سے ایک کے لئے حکم کے شمول کا فائدہ دیتا ہے، یعنی معطوف علیہ اور معطوف میں سے ایک کے ساتھ لاعلی التعیین حکم متعلق ہوتا ہے، بعد تکلم ایک کی تعیین کے بیان کا اختیار متکلم کو رہتا ہے، اور کبھی لفظِ اَوْ حتّٰی کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۷) حتّٰی - لفظِ حتّٰی مثلِ الیٰ کے غایت بیان کرنے کے لئے آتا ہے

نیز ثمّ کی طرح ترتیب و تاخیر کا فائدہ بھی دیتا ہے، مگر ثمّ اور حتیٰ میں تین طرح کا فرق ہے (۱) حتّٰی میں بہ نسبت ثمّ کے مہلت کم ہوتی ہے (۲) حتّٰی کا معطوف جزء ہوتا ہے معطوف علیہ کی (۳) حتّٰی میں ترتیبِ ذہنی بھی کافی ہے ترتیبِ خارجی ضروری نہیں، اور ثمّ میں ترتیبِ خارجی ضروری ہے

(۸) اِلیٰ :- لفظِ الیٰ بھی انتہائے مسافت کے بیان کے لئے آتا ہے، لفظِ الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل ہوتا ہے یا نہیں اس میں علماء نحو کا بہت اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اگر غایت مغیّا کی جنس سے نہیں تو حکم میں غایت داخل نہ ہوگی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ الیٰ کبھی امتدادِ حکم کے معنیٰ کا فائدہ دیتا ہے، اور کبھی اسقاط کے معنیٰ کا، پہلی صورت میں غایت مغیّا کے حکم میں داخل نہ ہوگی اور دوسری صورت میں داخل ہوگی

(۹) عَلیٰ :- کلمۂ علیٰ اصل کے اعتبار سے اپنے اندر بلندی کے معنی رکھتا ہے وہ بلندی خواہ حقیقی ہو یا مجازی اور استعمال علیٰ کا لازم کرنے کیلئے ہوتا ہے، اور کبھی علیٰ مجازاً با کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، نیز کبھی شرط کیلئے بھی آتا ہے۔

(۱۰) فِي :- لفظِ فی ظرف کے لئے آتا ہے، اور یہ زمان مکان اور فعل[1] میں استعمال کیا جاتا ہے، اور جب فعل پر داخل کرکے استعمال کیا

---

[1] فعل سے مراد یہاں نحوی فعل نہیں بلکہ معنیٔ مصدری مراد ہیں۔

جائے تو معنیٰ شرط کا فائدہ دیتا ہے

(۱۱) **باء** :- حرف با ر بہت سے معانی کے لئے آتا ہے ، استعانت ، سببیّت بدلیّت ، زیادت ، الصاق ، مصاحبت ، ظرفیت وغیرہ ۔ ہم یہاں صرف الصاق کو بتانا چاہتے ہیں ، الصاق کے معنیٰ ملانا یعنی ایک شئی کا دوسری شئی کے ساتھ تعلق اور جوڑ پیدا کرنا ۔

سبق ۱۹ ؛ بیان کے طریقے

****

بیان کے معنیٰ ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے ہیں اور مراد بیان سے وہ ہے جس سے مقصود ظاہر کیا جائے ، بیان کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے ۔

بیان کی سات قسمیں ہیں (۱) بیانِ تقریر (۲) بیانِ تفسیر (۳) بیانِ تغییر (۴) بیانِ ضرورت (۵) بیانِ حال (۶) بیانِ عطف (۷) بیانِ تبدیل ۔

بیانِ تقریر بیانِ تقریر یہ کہ لفظ کے معنیٰ ظاہر ہوں مگر اس میں دوسرے معنیٰ کا احتمال ہو اس لئے متکلم کسی لفظ کو بڑھا کر اصلی معنیٰ واضح کر دے تاکہ دوسرے معنیٰ کا احتمال ختم

ختم ہو جائے، جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ میں كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ کا اضافہ اسی لئے کیا گیا تاکہ سجدہ کرنے میں تفریق یا بعضیت کا احتمال ختم ہو جائے۔

بیانِ تفسیر بیانِ تفسیر یہ کہ متکلم کے کلام میں کوئی لفظ غیر مکشوف المراد یعنی مبہم ہو، متکلم کسی لفظ کے ذریعہ مراد ظاہر کر دے، اور یہ ابہام کا ہونا کلام کے مجمل مشترک یا خفی اور مشکل ہونے کے سبب ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یہاں صلوٰۃ مجمل ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکانِ صلوٰۃ اور طریقۂ نماز بیان کرکے اس اجمال کو رفع فرمادیا۔ تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان تفسیر ہوا۔ بیانِ تقریر اور بیانِ تفسیر کا حکم یہ ہے کہ دونوں مبیّن سے موصولاً اور مفصولاً ہر دو طرح استعمال کرنے درست ہیں

بیانِ تغییر بیانِ تغییر یہ کہ جس سے متکلم کے کلام کے معنی بدل جائیں بیانِ تغییر کی نظیر تعلیق اور استثناء ہے اور تعلیق سے مراد شرط ہے اور شرط اصطلاحِ شرع میں دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱) وہ امرِ خارجی جس پر کوئی شئی موقوف ہو مگر مرتّب نہ ہو جیسے وضو صحتِ نماز کے لئے (۲) حکم اس پر مرتّب ہو موقوف نہ ہو جیسے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں جائے گی تو تجھے طلاق، اس مثال

میں شرط کے پائے جانے سے طلاق کا حکم مرتب ہو جائیگا، مگر طلاق کے لئے گھر میں جانا موقوف علیہ نہیں، کسی دوسرے سبب سے بھی طلاق ہو سکتی ہے، بیانِ تغییر کلام کے اندر موصولاً درست ہے مفصولاً صحیح نہیں،

بیانِ ضرورت بیانِ ضرورت یہ کہ بلا تلفظ محض مقتضائے کلام کی ضرورت سے وہ بیان حاصل ہو جائے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَوَرِثَهُ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ اس مثال میں والدین کی میراث بیان کرنے کے بعد ماں کے حصہ کی تعیین کی ہے جس سے باپ کا حصہ بیانِ ضرورت کے طریقہ سے خود متعین ہو گیا۔

بیانِ حال بیانِ حال یہ کہ متکلم موقعہ کلام پر سکوت کرکے اپنے طرز اور حال سے رضامندی کا ثبوت دے۔ جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ بیع وشراء اکل وشرب کو دیکھ کر نکیر نہ کرنا دلیل اس فعل کے جواز ومباح کی سمجھی جاتی ہے اور شفیع کا اپنے حقِ شفعہ میں بوقتِ خرید وفروخت سکوت کرنا بیانِ حال سے رضامندی کا ثبوت ہوتا ہے۔

بیانِ عطف بیانِ عطف یہ ہے کہ کسی مکیلی یا موزونی شئی وغیرہ کا عطف مجمل جملہ پر کیا جائے، گویا کلام میں اختصار کے پیشِ نظر وہ شئی مقصود معطوف علیہ سے محذوف اور معطوف

میں مذکور ہوتی ہے اس لئے معطوف ایسے وقت میں معطوف علیہ کے لئے بیان ہوتا ہے، جیسے کسی نے کہا کہ میرے اوپر فلاں کا سواور ایک روپیہ ہے، تو یہاں روپیہ کا تعلق بیانِ عطف کے طریقہ سے سو کے ساتھ ہے۔

بیانِ تبدیل

تبدیل سے مراد نسخ ہے اور نسخ کے معنیٰ زائل کرنے کے اور منتقل کرنے کے آتے ہیں۔

مطلب نسخ کا یہ ہے کہ کسی چیز سے حکم کا تعلق مرتفع ہو جائے اس سے حکم میں تغیّر نہیں آتا، صرف اس کے تعلق میں تغیر پیدا ہوتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ صاحبِ شرع کی جانب سے ہی ایسا ہو سکتا ہے کسی بندے کے لئے نسخ جائز نہیں، اسی لئے کل کا استثناء کل سے کرنا درست نہیں چونکہ یہ نسخ ہے جیسے کسی نے کہا کہ میرے پاس دس روپے ہیں مگر دس روپے یہ کلام باطل ہے، البتہ نسخ کے علاوہ اور تمام بیانات بندوں کیلئے درست ہیں۔

بَابُ دَوُمٌ

حدیث کے اصول

حدیث کی تعریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور کسی کام کے ہوتے ہوئے دیکھ کر سکوت فرمانے کو سنت اور حدیث کہتے ہیں۔ کبھی صحابی کے قول وفعل پر بھی سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں تک بابِ اوّل میں جتنی قسمیں خاص عام، مشترک، مجمل، حقیقت، مجاز وغیرہ کی گذرچکیں وہ سب احادیثِ رسولؐ کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جاری ہوتی ہیں، ان کے علاوہ احادیث میں یہ چیزیں مزید یاد رکھنے کی ہیں۔

سبق

حدیث کی قسمیں حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں حضور پاک صلعم

تک اتصال کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں (۱) متواتر، (۲) مشہور (۳) آحاد۔

خبرِ متواتر وہ حدیث ہے جس کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر ناقل کے زمانہ تک ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت روایت کرنے والی پائی جائے جس کا کثرت کی وجہ سے جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل جائز نہ رکھے جیسے قرآن کریم کا نقل کیا جانا

خبرِ مشہور وہ حدیث ہے جو اوّل زمانہ (قرنِ صحابہ) میں مثل خبرِ واحد کے ہو پھر دوسرے اور تیسرے زمانہ (تابعین وتبع تابعین کے زمانہ) میں شہرت ہوگئی اور مثل متواتر کے بن گئی جیسے زنا کے معاملے میں زنا کار کو سنگسار کئے جانے کی حدیث۔

خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والا تینوں زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانہ میں ایک ہو اور خبرِ مشہور کی حد کو نہ پہنچی ہو۔

اَخبار سے احکام خبرِ متواتر۔ اس سے علمِ قطعی ثابت ہوتا ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔

خبرِ مشہور:۔ اس سے علمِ طمانینت پیدا ہوتا ہے، یعنی شبہ کی اگرچہ کسی قدر گنجائش ہوتی ہے مگر تسکینِ نفس

کے لئے کافی ہے اس لئے خبرِ مشہور کا منکر بدعتی اور فاسق ہے۔

(نوٹ، عمل کے معاملہ میں متواتر اور خبر مشہور دونوں برابر ہیں۔

خبرِ واحد:۔ اس سے علمِ قطعی اور علم طمانینت اگرچہ حاصل نہیں ہوتا مگر عمل کرنا اس کے موجَب پر احکام شرعیہ میں واجب ہے۔

خبرِ واحد کے راویوں کے لئے شرائط

خبرِ واحد حجت ہونے کے لئے راوی میں چار صفات پائے جانے ضروری ہیں (۱) راوی مسلمان ہو (۲) عادل ہو (۳) حافظہ اچھا ہو (۴) عاقل ہو۔

راوی کی قسمیں

راوی دو قسم پر ہے (۱) معروف (۲) مجہول۔ معروف کی روایت معتبر اور مجہول کی روایت غیر معتبر ہے۔

پھر معروف کی دو قسمیں ہیں

(۱) علم واجتہاد میں مشہور جیسے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، معاذ بن جبل رضؓ وغیرہ

(۲) صرف حفظ و عدالت میں مشہور نہ کہ اجتہاد میں جیسے حضرت ابو ہریرہ رضؓ، حضرت انس بن مالک رضؓ وغیرہ۔

نمبر ایک کے راویوں کی روایت کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جائیگا اور نمبر دو کے راویوں کی روایت کے مقابلہ میں (جب کہ روایت قیاس کے معارض ہو) قیاس کو ترجیح دی جائے گی[1]۔

خبرِ واحد پر عمل کرنیکی شرط خبرِ واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ خبرِ واحد، کتاب اللہ، خبرِ مشہور اور ظاہر کے مخالف نہ ہو۔

سبق ۲

خبرِ واحد چار موقعوں پر حجت ہے (۱) خالص حق اللہ جو حدود و قصاص کی قبیل سے نہ ہو، جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ (۲) خالص حق العبد جس میں محض لازم کرنا ہو، جیسے بیع و شراء (۳) خالص حقّ العبد جس میں لازم کرنا نہ ہو جیسے وکالت وغیرہ (۴) خالص حق العبد جس میں من وجہٍ لازم کرنا پایا جائے جیسے معزول کرنا، نمبر ایک میں مطلقاً خبرِ واحد قبول، نمبر دو میں عدد (دو مرد) اور عدالت شرط ہے، نمبر تین میں راوی عادل ہو یا فاسق خبرِ واحد مقبول، نمبر چار میں راوی دو ہوں یا ایک قبولیت کے لئے محض عادل ہونا کافی ہے۔

---

[1] قیاس کی ترجیح کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو تمکو آگے چل کر بڑی کتابوں میں معلوم ہوسکیگا۔

بابِ سوم

اجماع کے اصول

****

سبق ۱

اجماع کی تعریف و تقسیم اہل علم، صائب الرائے، صاحب بصیرت حضرات کا کسی زمانہ میں کسی امر شرعی غیر منصوص میں کسی عقیدہ یا قول یا فعل پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے، اجماع منعقد ہونے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اجماع کی پہلی تقسیم (۱) عزیمت (۲) رخصت۔

عزیمت کی دو قسمیں ہیں (الف) تمام اہلِ اجماع بالاتفاق یا بلاسکوت زبان سے اس امر کی قبولیت کا اقرار کریں جیسے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام صحابہؓ کا اجماع۔ (ب) تمام اہلِ اجماع زبانی اقرار کے بغیر اس فعل کو کرنا شروع کر دیں جیسے عقدِ مضاربت۔

(۲) رخصت یہ ہے کہ بعض اہلِ اجماع زبانی اقرار کریں اور بعض غور و فکر کی غرض سے سکوت کریں۔

اجماع کی دوسری تقسیم

اجماع کی چار قسمیں ہیں (۱) کسی واقعہ میں تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا تصریحی اجماع (۲) تمام صحابہ میں بعض کی تصریح اور بعض کا رد کرنے سے سکوتی اجماع (۳) تابعین و تبع تابعین کا اجماع سلف سے غیر منقول معاملہ میں (۴) اس کے بعد ہر زمانہ کے صاحبِ بصیرت علماء کا اقوالِ سلف میں سے کسی ایک قول پر اجماع۔

پہلی قسم علم و عمل میں مانند آیتِ قرآنی کے ہے اور دوسری قسم خبرِ متواتر کے مثل ہے اور تیسری قسم خبرِ مشہور کے درجہ میں ہے اور چوتھی قسم خبرِ واحد کے برابر ہے۔

اجماع کی تیسری تقسیم

(۱) مرکّب (۲) غیر مرکّب۔

(۱) مرکّب وہ اجماع ہے کہ اس میں کسی واقعہ سے متعلّق بہت سی روایتیں جمع ہو جائیں اس لئے حکم کی علّت میں اختلاف رہے، جیسے کسی شخص نے عورت کو چھوا، اور قے بھی کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نقضِ وضو کا حکم لگاتے ہیں تو گویا نقضِ وضو میں اجماع ہے اور علتِ حکم دونوں کی الگ

الگ ہے اس اجماع کا حکم یہ ہے کہ مأخذ کا ف ذ ظاہر ہو جانے کے بعد یہ حجت نہیں رہتا۔

(۲) غیر مرکب، مرکب کا عکس ہے۔

سبق ۲

اجماع عدم القائل بالفصل اس کی دو قسمیں ہیں (۱) منشاء اختلاف دونوں صورتوں میں ایک ہو۔

(۲) منشاء اختلاف دونوں صورتوں میں مختلف ہو اوّل حجت ہے ثانی حجت نہیں۔

سبق ۳

مجتہد کیلئے ضروری ہدایت

اجتہاد کی تعریف مجتہد کا اپنی بساط کے مطابق ایسے کلیات میں کوشش کرنا جن کا مرجع کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ہو اجتہاد کہلاتا ہے، مجتہد کے لئے پانچ چیزوں میں ماہر ہونا ضروری ہے۔ (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) مذاہبِ سلف (۴) لغت (۵) قیاس، یعنی[۱] وہ آیات واحادیث جن سے احکام ظاہرہ کا استخراج ہو۔

---

[۱] ایسی آیاتِ قرآنی پانچسو اور اس قسم کی احادیث جن سے احکام ظاہرہ متعلق ہیں تین ہزار ہیں (نور الانوار)

اب سمجھنا چاہئے کہ مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی کوئی واقعہ پیش آئے اوّلاً کتاب اللہ میں غور کرے پھر احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر کرے، کلام اللہ شریف یا کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی مسئلہ دلالت النص، اشارۃ النص وغیرہ کے طریق سے ثابت ہو تو قیاس پر اس کو مقدّم کرے، اگر دو دلیلوں میں تعارض ہو جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) دو آیتوں میں تعارض، اس وقت اپنا مرجع احادیث کو بنائے

(۲) دو حدیثوں میں تعارض، اس وقت اپنا مرجع آثارِ صحابہ کو بنائے

(۳) آثار صحابہ میں تعارض، اس وقت قیاس کی طرف رجوع کرے

(۴) دو قیاسوں میں تعارض، اس وقت شہادتِ قلبی سے ایک قیاس کو ترجیح دے چونکہ قیاس کے علاوہ اور کوئی ایسی دلیل شرعی نہیں جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

بابِ چہارم

قیاس کے اصول

سبق

قیاس کی حقیقت قیاس کے لغوی معنی مشابہت اور اندازہ لگانے کے آتے ہیں اور اصطلاح میں قیاس نام ہے اس کا کہ اندازہ کریں فرع کا اصل کے ساتھ حکم اور علّت میں اصل سے مراد مقیس علیہ اور فرع سے مقیس ہے، قیاس چار چیزوں سے مرکّب ہوتا ہے۔

(۱) مشبّہ بہ، اسی کا دوسرا نام مقیس علیہ ہوتا ہے۔

(۲) مشبّہ، جس کا دوسرا نام مقیس ہے۔

(۳) حکم۔

(۴) وصفِ جامع، یہی حکم کا مدار اور علّت ہے۔

قیاس سے غلبۂ ظن پیدا ہوتا ہے، اس لئے دوسری دلیل نہ ہونے کی صورت میں عمل کرنا اس کے مطابق واجب ہے، قیاس احکام کے لئے

مظہر ہے نہ کہ مثبت ، قیاس کا حجتِ شرعیہ ہونا کلامِ الٰہی، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے ۔

سبق ۲

قیاس کے صحیح ہونے کے شرائط

صحتِ قیاس کے لئے پانچ شرط ہیں ۔

(۱) نص کے مقابلہ میں نہ ہو (۲) احکامِ نص میں سے کسی حکم کی تغییر کا سبب نہ بنے (۳) بین المسئلتین کی علت غیر مدرک بالعقل نہ ہو، (۴) امرِ شرعی ثابت کرنے کے لئے علت پیدا کی جائے نہ کہ کسی امرِ لغوی کے لئے ۔ (۵) فرع کیلئے کتاب وسنت اور اجماع میں نص موجود نہ ہو۔

نمبر ایک کی مثال حضرت حسن بن زیادؒ سے ایک دیہاتی کا سوال کہ قہقہہ فی الصلوۃ ناقضِ وضو ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا کہ ناقضِ وضو ہے کما فی الحدیث ۔ اس دیہاتی نے کہا کہ اگر کوئی شخص نماز میں کسی پاک دامن عورت کے تہمت لگائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ، حالانکہ اس کا گناہ عظیم ہے ، پھر قہقہہ سے کیونکر وضو ٹوٹ جاتا ہے ، تو یہ دیہاتی کا قیاس نص کے مقابل ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔

نمبر دو کی مثال۔ تیمم پر قیاس کر کے وضو میں نیت کو شرط قرار دینا ہے، چونکہ اس طرح آیتِ وضو مطلق سے مقیّد بنتی ہے اور یہ ایک قسم کی تغییر ہے اس لئے یہ قیاس بھی مردود ہے۔

نمبر تین کی مثال۔ نماز میں حدث ہو جانے پر نماز میں احتلام ہونے کو قیاس کرنا ہے کہ جس طرح خروجِ ریح سببِ حدث ہے اسی طرح احتلام بھی باعثِ حدث ہے تو جس طرح خروجِ ریح وغیرہ سے نماز کو بناء کرنا درست ہے اسی طرح احتلام سے بھی بناء کرنا جائز ہے، مقیس علیہ کے فوق العقل ہونے کی بنا پر یہ قیاس غیر مقبول ہے۔

نمبر چار کی مثال۔ شیرۂ انگور پکا دینے کے بعد خمر (شراب) ہو جاتا ہے جو کہ حرام ہے اور خمر کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ یہ عقل کو چھپا لیتی ہے تو اگر شیرۂ انگور کے علاوہ کوئی اور چیز بھی عقل کو چھپالے (یعنی نشہ پیدا کرے) تو وہ بھی خمر ہے، یہ قیاس غیر صحیح ہے چونکہ اس کا تعلق لغت سے ہوا امرِ شرعی سے نہ ہوا جو کہ ضروری تھا،

نمبر پانچ کی مثال۔ کفّارۂ ظہار یا کفّارۂ قسم میں غلام کے ساتھ مومن کی قید لگانا قیاس کرتے ہوئے کفّارۂ قتل پر، یہاں فرع کے منصوص علیہ ہونے کی وجہ سے یہ قیاس صحیح نہیں۔

سبق ۳

قیاسِ شرعی قیاس کہتے ہیں غیر منصوص علیہ میں حکم مرتب کرنے کو ایسے معنٰی پر جو منصوص علیہ میں اسی حکم کی علّت واقع ہو، پھر اس معنٰی کے علّت ہونے کا پتہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع واجتہاد سے چلتا ہے۔

قیاسِ شرعی کی دو قسمیں ہیں (۱) اصل سے متعدّی ہونے والا حکم فرع کی طرف منصوص علیہ کی نوع سے ہو جیسے عدمِ بلوغ لڑکے کے حق میں نکاح کرنے کی علت ہے۔ تو نابالغ لڑکی کے حق میں بھی ولی کا اختیار اسی علت سے ثابت ہو جائے گا۔

(۲) وہ حکم منصوص علیہ کی جنس سے ہو جیسے لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ۔ الآیۃ۔ اسی کثرتِ طواف کی علت سے بلّی کے جھوٹے کی نجاست کا حرج ساقط ہو جائے گا۔

سبق[1]

قیاسِ حنفی پر اعتراضات کے چند طریقے (۱) ممانعت[2] (۲) القول بموجب العلّت (۳) قلب (۴) عکس (۵) فسادِ وضع (۶) فرق (۷) نقض (۸) معارضہ۔

ممانعت:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعتراض کرنے والا معلِّل کے تمام مقدمات یا بعض کو تسلیم کرے۔

القول بموجب العلّت:۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ معترض معلِّل کے بیان کردہ وصف کو علّت تو تسلیم کرے مگر اسکے معلول کے علاوہ دوسرا معلول بیان کرے۔

قلب:۔ مطلب یہ کہ معترض علت کو معلولِ حکم اور معلول کو علّت بتلائے

عکس:۔ مراد یہ کہ معترض اصل سے اس طرح استدلال کرے کہ مستدل اصل و فرع کے درمیان فرق تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔

---

[1] حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک علتِ طردیہ کا اعتبار ہے اور حضرت امام اعظمؒ علتِ مؤثرہ کو معتبر مانتے ہیں [2] ممانعت کی چار قسمیں ہیں (۱) منع الوصف (۲) منع الحکم (۳) منع الصّلاح (۴) منع النسبۃ

فسادِ وضع:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علت کو ایسا وصف بنایا جائے کہ وہ ثابت ہونے والے حکم کے مناسب نہ ہو، بلکہ اس حکم کی ضد کا مقتضی ہو۔

فرق:۔ مطلب یہ ہے کہ معترض یوں کہے کہ جو معنیٰ آپ بیان کر رہے ہیں یہ اصل میں نہیں بلکہ دوسرے معنیٰ ہیں۔

نقض:۔ یہ مرادف ہے ممانعت کا، مطلب یہ کہ استدلال کو اس طرح باطل کر دیا جائے کہ حکم کی علت باقی رہے اور حکم نہ پایا جائے۔

معارضہ:۔ مطلب یہ کہ مستدِل جس حکم کو فرع میں ثابت کرے معترض اس کی ضد ثابت کر دے۔

خاتمہ

بعض ضروری اصول

سبق ۱

حکم حکم سے مراد دلائلِ اربعہ سے ثابت ہونے والے اعمال ہیں جیسے وجوب، ندب، حرام، مکروہ، وغیرہ۔

حکم سبب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، اپنی علت سے ثابت ہوتا ہے اور شرط کے پائے جانے کے وقت موجود ہوتا ہے۔

سبب وہ ہے جو کسی شئی کا واسطہ مانند راستے کے ہو جیسے بند کئے ہوئے پرندے کے پنجرے کی کھڑکی کھول دینا۔

علت امرِ خارج مؤثر کو کہتے ہیں جیسے مثال مذکور میں پرندکا نکل کر اڑ جانا۔

(ف ۱) جب کسی حکم میں سبب اور علت دونوں جمع ہوں تو حکم کی اضافت علت ہی کی طرف ہوگی نہ کہ سبب کی طرف ہاں اگر علت کی طرف اضافت نہایت دشوار ہو تو ایسے وقت سبب کی طرف بھی اضافت کی جاسکتی ہے۔

(ف ۲) کبھی سبب علت کے معنی میں بھی آتا ہے ایسے وقت حکم کی اضافت سبب کی طرف کی جائے

(ف ۳) آسانی کی خاطر کبھی سبب ہی کو علت کے قائم مقام کر دیتے ہیں۔

سبق ۲

موانعِ علّت علّت کے لئے مانع چار ہیں (۱) انعقادِ علّت سے مانع جیسے آزاد اور مردار کی بیع (۲) علّت کے پورا ہونے سے مانع جیسے نصابِ زکوۃ کا سال کے درمیان ہلاک ہو جانا (۳) ابتدائِ حکم سے مانع جیسے بیع بشرط الخیار (۴) حکم کے دوام سے مانع جیسے خیارِ بلوغ، خیارِ عتق۔

سبق ۳

ضروری اصطلاحات

جاننا چاہیئے کہ جو احکام الٰہی بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی (۸) مباح۔

(۱) **فرض**:۔ وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اور جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ۔

فرضِ عین :۔ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے، اور جو کوئی اس کو بغیر کسی عذر کے چھوڑے وہ مستحقِ عذاب اور فاسق ہے جیسے پنج وقتی نماز اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔

فرضِ کفایہ :۔ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہونگے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ

(۲)، واجب :۔ وہ ہے جو دلیل ظنّی سے ثابت ہو اس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے بشرطیکہ بغیر کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو اس کا انکار کرے وہ بھی فاسق ہے کافر نہیں۔

(۳) سنّت :۔ وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کیا ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں، سنّت موکدہ اور غیر موکّدہ

سنّتِ مؤکدہ :۔ وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ہمیشہ کیا ہو، اور بغیر کسی عذر کے کبھی ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کی زجر و تنبیہ نہ کی ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہ گار ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا، ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب

کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے

سُنّتِ غیر مؤکدہ:۔ وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرامؓ نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے کبھی ترک بھی کیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں، اور اس کو سنّتِ زائدہ اور سنّت عادیہ بھی کہتے ہیں۔

(۴) **مستحب:۔** وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ نے کیا ہو لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں، بلکہ کبھی کبھی اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں، اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں

(۵) **حرام:۔** وہ ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق ہے۔

(۶) **مکروہ تحریمی:۔** وہ ہے جو دلیل ظنّی سے ثابت ہو اس کا کرنے والا فاسق ہے جیسا کہ واجب کا منکر فاسق ہے، اور اس کا بغیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے،

(۷) **مکروہ تنزیہی:۔** وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔

(۸) **مباح:۔** وہ فعل ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو

سبق ۴

عزیمت اور رخصت

عزیمت عزیمت قصدِ مؤکّد اور پختہ ارادہ کو کہتے ہیں، مراد عزیمت سے شرع میں وہ احکام ہیں جو لازم اور اصلی ہوتے ہیں، عوارض کی وجہ سے مشروعیت نہیں ہوتی جیسے رمضان کے روزے وغیرہ۔

رخصت رخصت کے معنی سہولت کے ہیں اور شریعت میں مکلّف کے معذور ہونے کے وقت کسی حکم کے مشکل سے آسانی کی طرف لے آنے کو رخصت کہتے ہیں، جیسے اپنی جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر کہنا، اور مخمصہ کی حالت میں مردار کھانا، شراب پینا وغیرہ۔

سبق ۵

احتجاج بلا دلیل[1] اسکی دو صورتیں ہیں (۱) عدمِ علت سے عدمِ حکم پر استدلال کرنا جیسے قے غیر ناقض وضو ہے چونکہ سبیلین سے خروج نہیں ہوتا۔

---

[1] اس کی اور بھی متعدد اقسام ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے

(۲) استصحابِ حال سے استدلال کرنا، یعنی زمانۂ ماضی میں کسی چیز کے موجود ہونے کو دلیل بنانا زمانۂ حال کے لئے جب کہ کوئی دلیل انتفار کی نہ ہو، استصحابِ حال حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً حجت ہے احنافؒ کے نزدیک اثبات والزام میں حجت نہیں، البتہ مدافعت کیلئے حجّت ہے۔

سبق استحسان

یہ قیاس کی ایک اونچی قسم ہے مطلب یہ ہے کہ نص کی ظاہری علّت کو چھوڑ کر پوشیدہ علّت کے مطابق حکم جاری کر دیا جائے جیسے بیع سَلَم کہ معدوم کی بیع ہونے کی وجہ سے قیاس کی رو سے ناجائز ہے مگر استحسان کے تقاضے سے جائز ہے۔

دعائے ختم

الحمد للہ کہ رسالہ ہذا کا مسوّدہ یکم رمضان کو شروع ہو کر آج ۷ ار رمضان ۱۴۰۴ھ تھوڑے سے وقت میں

لے استحسان کی مختلف قسمیں ہیں جن کی تفصیل آگے چل کر بڑی کتابوں سے معلوم ہو سکے گی۔

ہی پورا ہو گیا، اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائے اور احقر کے لئے نجات آخرت کا ذریعہ بنائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین

احقر مہربان علی بڑوتوی

خادم تعلیمات

مدرسہ عربیہ امداد الاسلام، ہرسولی ضلع مظفر نگر

(یو۔پی)

مسلک سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

- جاذبِ نظر سرورق
- نفیس کاغذ
- عمدہ طباعت
- معیاری جلد بندی
- مناسب قیمت











